OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
mei.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

بیع العربون کی شرعی حیثیت کا تحقیقی جائزہ

(Research Analysis of the Religious Status of *Ba'i al-'Arboon)*

*ڈاکٹر غلام حیدر
لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد
**ڈاکٹر محمد شاہد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ حدیث وسیرت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

Islam provides guidance not only about spiritual and moral values but also gives guidelines on economic life. If financial resources are not available, the execution of religious duties becomes difficult. Achieving the financial means and resources depends upon economic activities. The outcomes of economic activities can be attained very shortly if the honesty and integrity are preferred in every situation. This article highlights an important economic issue of daily life. It tries to investigate the status of *Ba'i al-'Arboon* in Shariah under the Islamic philosophy. In this article, the viewpoints of old and modern Jurists are explored to cover different aspects of such significant issue.

Key words: Qur'an, Shariah, Hadiths, Economy, Jurists, *Ba'i*.

تعارف

معاشی زندگی میں خرید وفروخت کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ عربی زبان میں اس کے لیے بیع اور شراء کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) بیع کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''عطاء المثمن واخذ الثمن'' [1] (قیمت والی چیز دے کر قیمت لے لینا)۔

بیع کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ علامہ نسفی (م ۷۱۰ھ) نے لکھا ہے کہ:

''بیع مبادلة المال بالمال بالتراضی'' [2] (باہمی رضامندی سے مال کے بدلے مال دینے کو بیع کہتے ہیں)

لفظ بیع شراء کا متضاد ہے اور یہ دونوں ایک معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ابن منظور افریقی (م: ۷۱۱ھ) کہتے ہیں کہ ''البیع: ضد الشراء، والبیع: الشراء ایضاً، وھو من الاضداد'' [3]

لسان العرب کے مصنف نے مزید لکھا ہے:

''والعرب تقول لکل من ترک شیأً وتمسک بغیرہ قد اشتراہ'' [4]

(عرب کے ہاں اس کا استعمال اس طرح ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی چیز کو چھوڑتا ہے اور اس کے مقابلے میں دوسری چیز لے لیتا ہے تو وہاں پر عرب اشتراہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں)۔

مالیاتی نظام میں خرید و فروخت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ مادہ پرست لوگ بیع اور شراء میں کسی قید و بند کے قائل نہیں۔ وہ ہر ایسے طریقہ کو جائز خیال کرتے ہیں جس کے سبب زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کیا جاسکے۔ اس کے برخلاف اسلام کا مطمع نظر دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح ہے اور طلب معیشت میں انسان کو آزاد اور بے لگام نہیں چھوڑا گیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد افراد کے ذاتی نفع پر ہے، اس کے برعکس اشتراکی نظام کی بنیاد پارٹی کے نفع پر ہے۔ اسلام کا معاشی نظام انسانیت کو اخلاقی حدود کا پابند کرتے ہوئے دنیاوی اور اخروی فلاح کی ضمانت دیتا ہے۔ دور جدید میں تجارت کی نئی نئی شکلیں سامنے آرہی ہیں۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام کے نظام معیشت کو تحقیق کا موضوع بنایا جائے اور مالیاتی امور میں ابھرنے والے چیلنجز کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر جانچا جائے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ (م: ۲۰۱۰ھ) کہتے ہیں:

''آج کے اہل علم کی یہ ذمہ داری ہے کہ آجکل رائج الوقت اسالیب تجارت کا جائزہ لیں اور اگر ان میں کوئی چیز شریعت سے متعارض نہیں ہے تو اس کے بارے میں وضاحت کر دیں کہ یہ جائز ہے۔ اور اگر کوئی چیز شریعت سے متعارض ہے تو یہ بتائیں کہ وہ کیوں متعارض ہے اور اس تعارض کو دور کیسے کیا جائے۔ اور اس رائج الوقت طریقے کو اسلام کے مطابق کیسے بنایا جائے۔ یہ دونوں کام انجام دینا اور اس ضرورت کی تکمیل کرنا آج کل کے علمائے کرام اور فقہاء کی ذمہ داری ہے۔ کسی تجارت کو ناجائز قرار دے کر بالکلیہ نظر انداز کر دینا اور عامۃ الناس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اس سے مجتنب ہو جائیں گے، یہ قابل عمل رویہ نہیں ہے''۔[5]

خرید و فروخت کی ایک قسم بیع العربون معاشرے میں بہت عام ہو چکی ہے۔ اس مقالے میں اس بیع کی شرعی حیثیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔

عربون کے لغوی اور اصطلاحی معنی

الف۔ لغوی تعریف

عربون کے لغوی معنی ہیں بیعانہ دینا۔ لسان العرب میں ہے

''العربان الذی تسمیه العامة الاربون، تقول منه عربنته اذا اعطیته ذلک''[۶]

(عربان جس کو عام لوگ اربون کہتے ہیں، جب تم عربان سے عربنتہ کہو گے تو اس کے معنی ہوں گے کہ میں نے اسے بیعانہ دے دیا)۔

محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م: ۸۱۷ھ) نے القاموس المحیط میں لکھا ہے:

''الرَّبُونُ والأَرْبانُ والأُرْبونُ، بضمهما: العُرْبُونُ. وأَرْبَنْتُه: أَعْطَيْتُه رَبوناً''[۷]

(اربان اور اربون عربون کے معنی دیتے ہیں اور اربنتہ کے معنی ہیں میں نے اسے ربون یعنی بیعانہ دیا)۔

عربون کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور افریقی (م: ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں :

"قِيلَ: سُمي بِذَلِكَ، لأَن فِيهِ إِعرا باً لعَقْدِ الْبَيْعِ أَي إِصلا حاً وإِزالةً فسادٍ لِئَلّا يملكُه غيرُه باشْتِرَائِهِ" [8]

(کہا گیا ہے کہ اسے عربون اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں عقد بیع کا اعراب (یعنی اس کی درستگی) ہے اور اس سے فساد کا زائل ہونا پایا جاتا ہے کہ کوئی اور اس چیز کو خرید کر اس کا مالک نہ بن جائے)

لفظ عربون کو چھ طریقوں سے پڑھایا گیا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں :

"قَالَ بَعْضُ الشُّرَّاحِ: فِيهِ سِتُّ لُغَاتٍ: عُرْبَانٌ وَأُرْبَانٌ وَعَرْبُونٌ وَأَرْبُونٌ بِضَمِّ الْأَوَّلِ وَسُكُونِ الثَّانِيَةِ فِيهِنَّ وَفَتْحِ الْأَوَّلِ فِي الْأَخِيرَيْنِ" [9]

(بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس میں چھ لغات ہیں۔ عربان واربان و عربون واربون "ع" کے پیش اور "ر" کے سکون کے ساتھ، اور آخری دو میں "ع" کے زبر کے ساتھ)۔

اصطلاحی معنی

مفتی محمد تقی عثمانی بیع العربون کی توضیح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"بیع العربون یا بیعانہ: بیع العربان اس بیع کو کہتے ہیں جس میں مشتری بیعانہ کے طور پر کچھ رقم بائع کو دیتا ہے اور اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ پیسے دے رہا ہوں اور ساتھ میں اپنے لئے خیار لیتا ہوں کہ چاہوں تو اس بیع کو قائم رکھوں اور چاہوں تو اس بیع کو فسخ کردوں۔ اگر بیع کو قائم رکھا اور نافذ کردیا تب تو یہ رقم جس کو عربون یا بیعانہ کی رقم کہتے ہیں جزو ثمن بن جائے گی۔ فرض کرو کہ دس ہزار روپے کا سودا کیا اور پانچ سو روپے بیعانہ کے دے دیئے تو اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر میں نے بیع کو نافذ کردیا تو یہ پانچ سو روپے جزو ثمن بن جائیں گے۔ اور باقی ساڑھے نو ہزار روپے بعد میں ادا کروں گا۔ اور اگر میں نے بیع کو نافذ نہ کیا تو پانچ سو روپے بیعانہ کے مشتری کے پاس سے گئے، بائع اس کا مالک ہوگیا۔ اس کو بائع العربون کہتے ہیں"۔ [10]

سعید البنانی عربون کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"هو ان يشتري الرجل شيئا او يستأجره و يعطى بعض الثمن او الاجرة ثم يقول: ان تم العقد احتسبناه و الا فهو لک ولا آخذ منک" [11]

(عربون یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کوئی چیز خریدے یا کرائے پر لے اور اسے قیمت یا اجرت کا کچھ حصہ دے دے، پھر اسے کہے کہ اگر یہ عقد مکمل ہوگیا تو ہم اسے قیمت میں شمار کریں گے ورنہ یہ رقم تمہاری ہوگی اور میں تم سے واپس نہیں لوں گا)۔

ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) کہتے ہیں:

"والعربون فی البیع، ھو ان یشتری السلعة فیدفع الی البائع درھماً او غیرہ علی انہ ان اخذ السلعة، احتسب من الثمن، وان لم یأخذھا فذلک للبائع"[۳]

(بیع العربون یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے سامان خریدے اور اس کو ایک درہم یا کچھ رقم اس شرط پر دے کہ اگر اس نے سامان لے لیا تو وہ رقم قیمت میں شمار ہوگی۔ اور اگر بیع نہ ہوسکی تو یہ رقم بائع کی ہوگی)۔

بیع العربون کی مذکورہ بالا تعریفات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس بیع میں خریدار کو سامان لینے یا نہ لینے کا تو اختیار ہوتا ہے لیکن بائع اس بات کا پابند رہتا ہے کہ مبیع مشتری کے حوالے کرے۔ بائع کے اعتبار سے یہ عقد لازم ہوتا ہے۔

بیع العربون کی ضرورت کے مواقع

عام طور پر بیع العربون درج ذیل مقاصد کے لئے کی جاتی ہے:

۱۔ بعض مرتبہ کسی شخص کو کوئی سامان پسند آجاتا ہے، وہ اسے خریدنا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس اس کی پوری قیمت نہیں ہوتی تو وہ بائع سے کہتا ہے کہ آپ اتنی رقم بیعانہ کے طور پر اپنے پاس رکھ لیں بعد میں پوری رقم دے کر میں یہ چیز لے لوں گا اور بائع اس پر راضی نہیں ہوتا کہ اگر خریدار بعد میں یہ سامان نہ خریدے تو وہ پیشگی وصول کی ہوئی رقم واپس کردے کیونکہ اس کا آرڈر آنے کے بعد بائع یہ سامان کہیں اور بھی نہیں بیچتا اور اگر بعد میں یہ خریدار بھی نہ لے تو بائع کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے خریدار اسے کہتا ہے کہ اگر میں نے یہ سامان نہ خریدا تو دی گئی بیعانہ کی رقم آپ کی ہوگی۔

۲۔ بعض مرتبہ کوئی شخص کسی دکاندار یا بیچنے والے کے پاس کوئی چیز دیکھتا ہے وہ اسے پسند آتی ہے لیکن اس کے خریدنے میں اسے تردد ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کی قیمت زیادہ تو نہیں، یا یہ کہ یہ چیز عمدہ سامان سے تیار شدہ ہے یا نہیں، یا اگر بیوی بچوں وغیرہ کے لئے خریدنی ہو تو تردد ہوتا ہے کہ نجانے ان کو پسند آئے گی یا نہیں؟ ایسی صورت میں اگر وہ یہ چیز فوراً نہ خریدے تو اس بات کا امکان ہے کہ دوبارہ آنے تک یہ چیز کسی اور کے ہاتھ بک جائے اور اگر خرید لے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ بعد میں یہ پسند نہ آئے اور ندامت سی ہو۔ ایسے وقت میں یہ شخص بیعانہ دے کر بائع کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ یہ سامان کسی اور کو فروخت نہ کرے تاکہ اگر بعد میں وہ اسے خریدنا چاہے تو خرید سکے لیکن بائع عام طور پر مفت میں یہ اختیار دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس لئے بیعانہ دینے کی نوبت آتی ہے۔

۳۔ بعض مرتبہ خریدار کسی دکاندار یا کمپنی کو سامان خریدنے کا آرڈر دیتا ہے لیکن اس کے پاس وہ سامان تیار شکل میں موجود نہیں ہوتا۔ وہ خریدار کے آرڈر اور اس کی بیان کردہ شرائط و اوصاف کے مطابق مال تیار

کرتا ہے۔ لیکن اسے اس بات کا خطرہ ہوتا ہے کہ مال تیار ہونے کے بعد خریدار اسے لینے سے انکار نہ کر دے، ایسی صورت میں وہ اپنے تحفظ اور اپنے آپ کو ضرر سے بچانے کے لئے بیعانہ کا مطالبہ کرتا ہے۔

۴۔ اس کے علاوہ آج کل عام طور پر جتنے بھی بڑی رقم کے سودے ہوتے ہیں۔ جیسے پلاٹ یا گاڑی کی خرید و فروخت، اس میں بیعانہ دیا جاتا ہے اور پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک فریق انکار کر دے، جس کی وجہ سے دوسرے فریق کو نقصان کا سامنا ہو"[۱۳]

معاشرے میں بیع العربون کے رائج ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ سامنے آتا ہے کہ بائع اپنے آپ کو متوقع ضرر سے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔

رزق حلال کی اہمیت

بیع العربون کی شرعی حیثیت کا جائزہ لینے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام میں کسب حلال فرض کا درجہ رکھتا ہے اور حرام چیزوں کے کھانے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔ نیز حرام ذرائع کو اختیار کرکے اگر فی نفسہ حلال چیز بھی حاصل کی جائے گی تو وہ بھی حرام ہو گی۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلٗا طَيِّبٗاۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِيٓ أَنتُم بِهِۦ مُؤۡمِنُونَ﴾[۱۴]

(اور جو حلال پاکیزہ رزق اللہ نے تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ حَلَٰلٗا طَيِّبٗا وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٌ﴾[۱۵]

(اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ، اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں فرمایا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ﴾[۱۶]

(اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں)

حرام کھانے سے اجتناب کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَأۡكُلُوٓاْ أَمۡوَٰلَكُم بَيۡنَكُم بِٱلۡبَٰطِلِ﴾[۱۷]

(اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو)

حضور اکرم ﷺ نے کسب حلال کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''طلب کسب الحلال فريضة بعد الفريضة'' [18]

(رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فرض ہے)

حضور اکرم ﷺ نے محنت اور جائز تجارت کو پسند کیا۔ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

''عن رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ'' [19]

(حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت)۔

مندرجہ بالا آیات اور احادیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ کسب معاش کے معاملات میں ایک مسلمان کو صرف اور صرف حلال پر اکتفا کرنا چاہیے۔

بیع العربون کے بارے میں تعلیمات

ذخیرہ احادیث میں بیع العربون کے متعلق دو احادیث ملتی ہیں۔جن میں ایک روایت کے اندر بیع العربون کی ممانعت کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں جواز کا تذکرہ ملتا ہے۔ذیل میں بیع العربون سے متعلق احادیث بیان کی جاتی ہیں:

۱. حدیث ممانعت

امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

''مَالِكٌ، عَنِ الثِّقَةِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ'' [20]

(امام مالک ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جو ان کے نزدیک ثقہ ہے اور وہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے بیع العربون سے منع فرمایا)۔

علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) کا کہنا ہے کہ امام مالک جس راوی سے حدیث لے رہے ہیں اس کا نام "ابن لھیعۃ" ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک طریق ایسا ذکر کیا ہے۔جس میں "ابن لھیعۃ" کا واسطہ موجود ہے۔[21]

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" کے واسطے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) کا کہنا ہے کہ یہ سند اکثر محدثین کے ہاں مقبول ہے"[22]

۲. حدیث اجازت

امام طیالسی (م ۲۰۳ھ) نے اپنی مسند میں یہ حدیث بیان کی ہے:

''عن زيد بن اسلم انه سئل رسول ﷺ عن العربان في البيع فاحله'' [23]

(زید بن اسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے بیع کے لئے بیعانہ دینے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے جائز قرار دیا)۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن یحییٰ ہیں جنہیں ضعیف کہا گیا ہے [۲۴] لیکن امام شافعی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور ان سے روایات بھی نقل کی ہیں [۲۵]

۳. حضرت نافع بن عبدالحارثؓ کا عمل

مذکورہ مرفوع روایت کے علاوہ حضرت نافع بن عبدالحارثؓ کے واقعہ سے بھی بیع العربون کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے:

''عن عبدالرحمن بن فروخ عن نافع بن عبدالحارث عامل عمر علیٰ مکة انه اشتری من صفوان بن أُمية دار العمر بن الخطاب باربعة آلاف درہم، واشترط علیه نافع ان رضی عمر فالبیع له وان لم یرض فلصفوان اربع مائة درہم'' [۲۶]

(عبدالرحمن بن فروخ نقل کرتے ہیں کہ نافع بن عبدالحارث جو کہ عمر بن خطابؓ کی طرف سے مکہ کے عامل تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے لئے صفوان بن امیہ سے ایک گھر چار ہزار درہم کے بدلے اس شرط پر خریدا کہ اگر وہ حضرت عمرؓ کو پسند آ گیا تو ان کے لئے بیع پکی ہو جائے گی اور اگر پسند نہ آیا تو صفوان کو چار سو درہم دیئے جائیں گے)۔

امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے صحیح بخاری میں اس واقعہ کو تعلیقاً ذکر کیا ہے [۲۷]

قائلین عدم جواز

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حسن بصریؒ، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ابوالخطاب کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے [۲۸]

علامہ ابن عبدلبر (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

''اما قول مالک فعلیه جماعة فقهاء الامصار من الحجازیین والعراقیین، منهم: الشافعی والثوری وابوحنیفة والاوزاعی، واللیث بن سعد وعبد العزیز بن ابی سلمة لانه من بیع الغرر والمخاطرة واكل المال بغیر عوض ولا هبة وذلک باطل'' [۲۹]

(امام مالک کے قول پر حجاز اور عراق کے فقہاء کی ایک جماعت ہے۔ ان میں سے امام شافعی، امام ثوری، امام ابو حنیفہ، امام اوزاعی، لیث بن سعد اور عبدالعزیز بن ابی سلمہ شامل ہیں۔ اس لئے کہ یہ

غرر اور خطر والی بیع ہے اور اس میں کسی عوض کے بغیر مال کھانا لازم آتا ہے۔ جو کہ ہبہ بھی نہیں لہذا یہ باطل ہے)۔

قائلین جواز

حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ اور تابعین میں سے مجاہد، ابن سیرین، نافع بن عبدالحارث اور زید بن اسلم سے اس کا جواز منقول ہے۔ ان کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں: **وقد روی عن قوم من التابعین منهم: مجاهد و ابن سیرین ونافع بن عبدالحارث و زید بن اسلم انهم اجازوا بیع العربان**[۳۰] تابعین کی جماعت جن میں مجاہد، ابن سیرین، نافع بن عبدالحارث وزید بن اسلم شامل ہیں، نے اس طرح بیع العربون کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) کہتے ہیں **قال احمد: لا باس به، وفعله عمر رضی اللہ عنہ وابن عمر رضی اللہ عنہ انه اجازه**[۳۱] امام احمدؒ کہتے ہیں کہ بیع العربون میں کوئی حرج نہیں، حضرت عمرؓ نے خود کی ہے اور ابن عمرؓ نے اس کی اجازت دی ہے۔

قائلین عدم جواز کے دلائل

جن فقہا نے بیع العربون کو ناجائز کہا ہے، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:۔

۱۔ عدم جواز کی وہ مرفوع روایت جو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے بیان ہوئی۔ علامہ شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

> **"حدیث عمرو بن شعیب قد ورد من طرق یقوی بعضها بعضاً"**[۳۲]
>
> (عمرو بن شعیب والی حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور یہ طریق ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں)۔

۲۔ اس بیع میں غرر پایا جاتا ہے اور احادیث میں غرر کو ناجائز کہا گیا ہے۔

علامہ ابن رشد (م ۵۹۵ھ) کہتے ہیں:

> **"والغرر الکثیر المانع صحة العقد یکون فی ثلاثة اشیاء (احدها) العقد (والثانی) احد العوضین الثمن او المثمون او کلیهما (والثالث) الاجل فیهما او فی احدهما ۔ فاما الغرر فی العقد فهو مثل نهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعة وعن بیع العربان"**[۳۳]

(وہ غرر فاحش جو عقد کے صحیح ہونے سے مانع ہے تین چیزوں میں پایا جاتا ہے، ایک عقد میں، دوسرے کسی ایک عوض میں جیسے ثمن یا مبیع میں یا دونوں میں، تیسرے دونوں یا کسی ایک کی مدت میں۔ عقد میں غرر کی مثال جیسے آنحضرت ﷺ نے **"بیعتان فی بیعة"** اور **"بیع العربون"** سے منع کیا)۔

۳۔ اس میں قمار اور دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کی خرابی لازم آتی ہے۔

علامہ قرطبیؒ (م ۶۶۸ھ) لکھتے ہیں:

"لانه من باب بیع القمار والغرر والمخاطرة واکل المال بالباطل"[۳۴]

(کیونکہ اس میں قمار، غرر، مخاطرہ اور باطل طریقے سے مال کھانے کی خرابی پائی جاتی ہے)۔

علامہ ابن العربی (م ۵۴۳ھ) کہتے ہیں:

"من جملة اکل المال بالباطل بیع العربان"[۳۵]

(ناحق مال کھانے میں بیع العربان بھی شامل ہے)۔

۴۔ اس میں دو شرائط ایسی ہیں جو مقتضائے عقد کے خلاف ہیں:

ا۔ ہبہ کی شرط یعنی اگر معاملہ نہ ہوا تو بیعانہ کی رقم بائع کے لئے ہبہ ہو گی۔

ب۔ مبیع رد کرنے کی شرط یعنی اگر خریدار راضی نہ ہوا تو مبیع بائع کی طرف واپس چلی جائے گی۔

علامہ رملی (م: ۱۰۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"ولما فیه من شرطین مفسدین، شرط الهبة وشرط رد المبیع بتقدیر ان لایرضیٰ"[۳۶]

(اور (بیع العربون کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ) اس میں دو شرطیں ایسی ہیں جن سے عقد فاسد ہو جاتا ہے، یعنی خریدار کے راضی نہ ہونے کی صورت میں ہبہ اور مبیع واپس کرنے کی شرط)۔

۵۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب ایک مسئلے کے متعلق جواز اور عدم جواز دونوں قسم کی روایات جمع ہو جائیں تو پھر عدم جواز والی روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔ علامہ شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) ممانعت والی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"لانه یتضمن الحظر وهو ارجح من الاباحة کما تقرر فی الاصول"[۳۷]

(یہ روایت حظر (ممانعت) کو شامل ہے اور (تعارض کے وقت) حظر کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہے)۔

۶۔ نافع بن حارث کی روایت میں یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے لئے جو مکان خریدا گیا وہ ایک نئے عقد کے ذریعے تھا۔ اور اس صورت میں یہ معاملہ چونکہ شرطِ فاسد سے پاک تھا اس لئے جائز تھا۔

علامہ ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''فَأَمَّا إِنْ دَفَعَ إِلَيْهِ قَبْلَ الْبَيْعِ دِرْهَمًا وَقَالَ لَا تَبِعْ هَذِهِ السِّلَعَ لِغَيْرِي وَإِنْ لَمْ أَشْتَرِهَا مِنْك فَهَذَا الدِّرْهَمُ لَك. ثُمَّ اشْتَرَاهَا مِنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ بِعَقْدٍ مُبْتَدِئٍ وَحَسَبَ الدِّرْهَمَ مِنْ الثَّمَنِ صَحَّ لِأَنَّ الْبَيْعَ خَلَا عِنْدَ الشَّرْطِ الْمُفْسِدِ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّ الشِّرَاءَ الَّذِي اُشْتُرِيَ لِعُمَرَ كَانَ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ''[۳۸]

(اگر خریدار نے بیع سے پہلے بائع کو ایک درہم دیا اور کہا کہ یہ سامان میرے علاوہ کسی اور کو نہ بیچنا اور اگر میں یہ سامان تجھ سے نہ خریدوں تو یہ درہم تمہارا ہوگا۔ پھر اس کے بعد الگ اور نئے عقد کے ذریعے اس سامان کو خرید لیا اور یہ درہم اس ثمن میں شمار کر لیا تو یہ صحیح ہے کیونکہ اب بیع کے اندر شرط فاسد نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے لئے خریدا گیا مکان اسی طرح ہو)۔

قائلین جواز کے دلائل

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) اور جو حضرات اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت زید بن اسلم کی بیان کردہ روایت میں حضور اکرم ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔

۲۔ نافع بن عبدالحارث کا ذکر کردہ واقعہ کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے لئے بیع العربون کے ساتھ مکان خریدا۔

امام اثرم کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے کہا کہ آپ بیع العربون کو جائز کہہ رہے ہیں؟ وہ بولے میں کیا کہوں؟ یہ حضرت عمرؓ کا واقعہ تمہارے سامنے ہے۔ المغنی کی اصل عبارت یوں ہے:

''قال الاثرم: قلت لاحمد: تذهب اليه، قال: اى شيئ اقول، هذا عمر رضى الله عنه''[۳۹]

۱۔ وہ قیاس جو سعید بن مسیب اور ابن سیرین سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اگر خریدار بائع کے سامان کو پسند نہیں کرتا اور اسے واپس کر دیتا ہے تو اسے ساتھ کچھ دے دے۔

المغنی میں ہے:

''قال سعيد بن المسيب و ابن سيرين: لا بأس اذا كره السلعة ان يردها ويرد معها شيئا''[۴۰]

معاصر علماء کی آراء

قدیم علماء کی طرح معاصر علماء میں بعض علماء بیع العربون کے جواز اور بعض عدم جواز اور بعض تفصیل کے قائل ہیں۔

عدم جواز کے قائلین

ڈاکٹر صدیق محمد امین الضریر کی رائے یہ ہے کہ بیع العربون ناجائز ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''وانی ارجح المنع لقوة دليله، فان حديث النهی اكثر رجال الحديث يصححونه وحديث الجواز اكثرهم يرده، والغرر فی بيع العربون متحقق وما اعتمد عليه المجوزون من اقوال بعض الصحابة والتابعين لا يقوی علی معارضة ادلة المانعين''[۴۱]

(میں بیع العربون کے عدم جواز کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ اس کے دلائل زیادہ مضبوط ہیں اور ممانعت والی روایت کو اکثر نے صحیح کہا ہے جبکہ جواز والی روایت کو اکثر نے رد کیا۔ نیز بیع العربون میں غرر یقینی طور پر پایا جاتا ہے اور بیع العربون کو جائز کہنے والوں نے صحابہ اور تابعین میں جن کے قول سے استدلال کیا ہے، وہ ممانعت والے دلائل کا معارضہ نہیں کر سکتے)۔

جواز کے قائلین

ڈاکٹر وھبہ زحیلی (م ۲۰۱۵ء) بیع العربون کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''والذی اراه هو ترجيح رای الحنابلة بيعاً واجارة بعد العقد، عملاً بالوقائع الكثيرة التی دلت علی جوازه فی عصر الصحابة والتابعين، فهو قول صحابی وافقه عليه آخرون واتجاه كبار التابعين من فقهاء المدينة''[۴۲]

(میرا خیال یہ ہے کہ بیع اور اجارہ کے اندر بیع العربون کے سلسلے میں حنابلہ کا مذہب راجح ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں اس کے بہت سے واقعات پیش آئے جس سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، نیز یہ ایک صحابی کا قول بھی ہے جس کی موافقت دوسرے صحابہ کرامؓ نے فرمائی۔ نیز فقہائے مدینہ میں کبار تابعین کی بھی یہی رائے ہے)

بیع العربون کی ممانعت کے متعلق وارد ہونے والی مرفوع روایات کے بارے میں ڈاکٹر وھبہ زحیلی (م ۲۰۱۵ء) کہتے ہیں کہ فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی وہ صحیح نہیں۔

''ولان الاحاديث الواردة فی شان بيع العربون لم تصح عند الفريقين''[۴۳]

مشروط جواز کے قائلین

۱۔ ڈاکٹر رفیق یونس المصری کہتے ہیں:

''انی اميل فی العربون الی اختيار مذهب الحنابلة المجوزين بشرط ان تكون مدة الخيار معلومة''[۴۴]

(بیع العربون کے اندر میرا میلان حنابلہ کے مذہب کی طرف ہے جنہوں نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے۔بشرطیکہ خریدار کے لئے خیار کسی متعین مدت کے لئے ہو)۔

۲۔ مفتی محمد تقی عثمانی کہتے ہیں:

''چونکہ معاملہ مجتہد فیہ ہے اس لیے عربون کو بالکلیہ باطل نہیں کہہ سکتے اور بسا اوقات اس قسم کے معاملہ کی ضرورت پیش آجاتی ہے، بالخصوص ہمارے زمانے میں جہاں ایک ملک سے دوسرے ملک بین الاقوامی تجارت ہوتی ہے وہاں یدًا بید معاملہ نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔اور اگر کوئی شخص دوسرے سے معاملہ کرلے کہ میں تم سے سامان منگوا رہا ہوں۔ بائع نے اس کے لئے سامان اکٹھا کیا سب کچھ کیا، لاکھوں روپے خرچ کیے بعد میں وہ مکر جائے کہ میں بیع نہیں کرتا تو اس صورت میں بائع کا بڑا سخت نقصان ہوتا ہے، ایسی صورت میں بائع اگر عربون کی شرط لگائے تاکہ مشتری پابند ہو جائے تو اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ اس صورت میں امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے قول پر عمل کیا جائے، باقی جہاں ضرورت نہ ہو ویسے ہی لوگوں نے پیسے کمانے کا ذریعہ بنالیا تو وہ جائز نہیں''[45]

۳۔ مجمع الفقہ الاسلامی (العالمی)[۴۶] کی رائے:

مجمع الفقہ الاسلامی (العالمی) نے انتظار کی مدت متعین ہونے کی قید کے ساتھ اس بیع کی اجازت دی ہے۔

یجوز بیع العربون اذا قیدت فترة الانتظار بزمن محدود و یحتسب العربون جزءً من الثمن اذا تم الشراء ویکون من حق البائع اذا عدل المشتری عن الشراء''[۴۷]

(اگر انتظار کی مدت متعین ہو تو بیع العربون جائز ہے، لہذا اگر خریداری کا عمل مکمل ہو تو بیعانہ قیمت کا حصہ شمار ہوگا اور اگر خریدار نے سامان لینے سے انکار کیا تو یہ بائع کا حق ہوگا)

نتیجہ بحث

بیع العربون کے جواز اور عدم جواز کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حقیقی ضرورت ہو نیز انتظار کی مدت متعین ہو صرف وہیں پر یہ بیع کرنی چاہیے۔ یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیع نہ ہونے کی صورت میں بائع کو ہونے والے حقیقی نقصان سے زائد رقم مشتری کو واپس دینا لازم قرار دیا جائے۔ بائع کے ذہن میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ بیع العربون کی صورت میں وہ بیع فسخ نہیں کر سکتا۔ یہ اختیار صرف مشتری کے پاس رہتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۳۲ھ،ص۶۲

۲۔ ابن نجیم، زین الدین، البحرالرائق، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ،س۔ن، ج۵،ص۲۶۲

۳۔ ابن منظور ، لسان العرب،دارالکتب العلمیة، بیروت،۱۴۲۶ھ، ج۵،ص۲۲

۴۔ ایضاً ،ج۸،ص۳۹۹

۵۔ *غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات معیشت و تجارت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص۲۴۹۔*

۶۔ ابن منظور ، لسان العرب، ج۷،ص۸۶۸

۷۔ الفیروز آبادی ،مجدالدین محمد بن یعقوب ، القاموس المحیط، داراحیاءالتراث العربی، بیروت ، ۱۴۱۲ھ، ج۴،ص۳۲۲

۸۔ ابن منظور ، لسان العرب، ج۹،ص۱۱۷۔

۹۔ القاری، علی بن سلطان محمد ،مرقاةالمفاتیح شرح مشکوةالمصابیح ، دارالکتب العلمیة، بیروت،۱۴۲۲ھ،ج٦،ص٧٦

۱۰۔ *محمد تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۱۴۲۹ھ، ج۹، ص۱۵۸-۱۵۹*

۱۱۔ سعید الحوزی الشرتوتی اللبنانی، الاقر ب الموارد فی فصیح العربیة السوارد، دارالا سوة للطباعة والنشر، ۱۳۳۷ھ، ج۳،ص۵۰۵ھ۔

۱۲۔ ابن قدامة ،موفق الدین،ابو محمد عبداللہ بن احمد، المغنی، مطبوعہ دارالفکر،بیروت، ۱۴۰۵ھ،ج٦،ص۳۳۱

۱۳۔ اعجاز احمد صمدانی، ڈاکٹر، غرر کی صورتیں، مکتبہ معارف القرآن، کراچی،۱۴۳۰ھ،ص۱۵۲-۱۵۱۔

١٤۔ سورة المائدة، ۵:۸۸

١٥۔ سورة البقرة ۲:١٦٨

١٦۔ سورة الاعراف ١٥٧:٧

١٧۔ سورة البقرة۲:۱۸۸

۱۸ بیہقی،ابو بکر احمدبن حسین بن علی، السنن الکبری،دارلکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۲۴ھ ، رقم: ۱۱٦۹۵، ج٦،ص۲۱۱

۱۹۔ احمد بن حنبل ، المسند ،مکتب اسلامی،بیروت،۱۳۹۸ھ، رقم :۱۷۲٦۵ ،ج۴،ص۱۴۱

۲۰۔ مالک بن انس، الموطا،مطبوعہ مطبع مجتبائی،لا ہور،س۔ن، ص ۵٦۸۔

۲۱۔ ابن عبدالبر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد، الاستذکار، دارالوی، القاهرة،۱۴۱۴ھ،ج۹،ص۱۹

۲۲۔ سیوطی، جلال الدین ،تدریب الراوی ، مطبعة الخیریة، مصر،۱۳۰۷ھ،ص۲۲۱

۲۳۔ الطیالسی، سلیمان بن داودبن جارود، مسند الطیالسی ، دارالمعرفة، بیروت، س۔ن، رقم: ۳۹۰، ج۱،ص۳۹۰

٢٤۔ شوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار،مطبوعہ الکلیات الازدیہ،۱۳۹۸ھ، ج۵،ص۱۳۰۔

۲٥۔ کاندهلوی،محمدزکریا،اوجزالمسالک الی موطاامام مالک،دارالکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۲۰ھ، ج۱۱،ص٤٥/٣٥۔

۲٦۔ ابن عبدالبر، الاستذکار، ج۹،ص۱۹

۲۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الخصومات، باب الربط والجس فی الحرم،دارالسلام للنشر والتوضیع، الریاض، ۱۴۱۹ھ،ص ۳۸۹۔

۲۸۔ الدسوقی، شمس الدین محمد بن عرفة ، حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر، دارالفکر، بیروت ،س۔ن، ج۳،ص٦۳

۲۹۔ ابن عبدالبر، الاستذکار، ج۱۹،ص۱۱

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ ابن قدامہ، المغنی، ج۶،ص۳۳

۳۲۔ شوکانی، نیل الاوطار،ج۵،ص۱۳۰

۳۳۔ ابن رشد ، ابوالولید محمد بن احمد، دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۸ھ، ج۲،ص۷۳۔

٣٤۔ قرطبی ، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لا حکام القران، مطبعة دارالکتب لمصریة، القاهرة، ١٣٥٦ھ، ج۵،ص۱۵۰۔

۳۵۔ ابن العربی،ابو بکر محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، دارالکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۲۴ھ، ج۱،ص۴۰۸

۳٦۔ رملی،محمد بن ابوالعباساحمد بن حمزه بن شهاب الدین،نهایة المحتاج الی شرح المنهاج ، دار احیاءالتراث العربی، بیروت، س ن،ج۳،ص۴۹۵

۳۷۔ شوکانی، نیل الاوطار، ج۵،ص۱۳۰

۳۸۔ ابن قدامہ ، المغنی، ج٦،ص۱۳۰

۳۹۔ ایضاً۔

٤٠۔ ایضاً۔

۴۱۔ الضریر، صدیق محمد امین، الغرر واثره فی العقود، طبعته المولف بنفسه، ۱۴۱۵ھ، ص۱۲۵۔
۴۲۔ الزحیلی، وهبة مصطفی ، بحث فی مجلة مجمع الفقه الاسلامی (العالمی)، جدة ، الدورة الثامنة، ۱ ۔۷محرم ۱۴۱۴۱۴۱۴ھ، ص ۵۔
۴۳۔ ایضاً۔
۴۴۔ المصری، الدکتور رفیق یونس ، بیع العربون، بحث فی مجلة مجمع الفقه الاسلامی (العالمی)، جدة، الدورة الثامنة، ۱۴۱۴ھ، ص ۲۲۔
۴۵۔ محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ج ۴، ص ۱۶۲

46- Islamic Fiqh Academy is an academy for advanced study of Islam based in Jeddah,Saudi Arabia.Resolution No.8/3-C,(I.S) adopted by the third Islamic Summit Conference,held in Makkah Al-Mukarramah and Taif in 1981A.D called for the establishment of an Islamic Fiqh Academy. Besides traditional Islamic Sciences,the IFA seeks to advance knowledge in the realms of culture,science and economics.Official language of IFA is Arabic.Dr.Abdul Salam Daud Al-'Ibadi is the head of IFA since 2008 A.D.
www.iifaaifi.org,en.wikipedia.org/wiki/international_Islamic_Fiqh_Academy,_Jeddah, dated 10-5-2017 at 11:20AM.

۴۷۔ القرارات والتوصیات الصادرة عن مجلس مجمع الفقه الاسلامی فی دورة موتمرة الثامن المنعقد بیندرسری بجاون (برونائی دارالسلام)، ۱۴۱۴ھ، ص ۸۔